سوال

(403) نقد اور ادھار بیع میں فرق کرنا

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ، مثلاً دھان نقد بارہ پنسری کے حساب سے فروخت ہوتا ہے۔ اگر اسی دھان کو اُدھار، یعنی قرض ایک من کے حساب سے فروخت کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

ایسی بیع جائز ہے، کیوں کہ عمومی دلائل اس کے جواز پر دلالت کرتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا وقولہ تعالیٰ: لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وغیرہ ذلک من النصوص قال فی النیل (١٣٧/٥) وهو مذهب الشافعیة والحنفیة والجمهور ومن قال بیحرم بیع الشئی باکثر من سعر یومه لاجل النساء تمسک بحدیث ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه مرفوعاً: من باع بیعتین فی بیعة فله اوکسهما اوالربا رواه ابوداود[1] وفیه ان فی اسناده محمد بن عمرو بن علقمة قال فی النیل (١٢/٥) وقد تکلم فیه غیر واحد قال المنذري والمشهور عنه من روایة الدراوردي ومحمد بن عبداللہ الانصاري انه صلی اللہ علیه وسلم نهی عن بیعتین فی بیعة قال (١٣/٥) ولا حجة فیه علی المطلوب ولو سلمنا ان تلک الروایة التی تفرد بها ذلک الراوي صالحة للاحتجاج لکان احتمالها لتفسیر خارج عن محل النزاع کما سلف عن ابن ارسلان وهو ان یسلفه دینارا فی قفیز حنطة الی شهر فلما حل الاجل طالبه بالحنطة قال یعنی القفیز الذي لک علی الی شهرین بقفیزین فصار ذلک بیعتین فی بیعة لان البیع الثانی قد دخل علی الاول فیرد الیه اوکسهما وهو الاول کذا فی شرح السنن لابن رسلان قادحا فی الاستدلال بها علی المتنازع فیه علی ان غایة ما فیها الدلالة علی المنع من البیع اذا وقع علی هذه الصورة وهی ان یقول نقدا بکذا ونسیئة بکذا الا اذا قال من اول الامر نسیئة بکذا فقط وکان اکثر من سعر یومه مع ان المتمسکین بهذه الروایة یمنعون من هذه الصورة ولا یدل الحدیث علی ذلک فالدلیل اخص من الدعویٰ وقد جمعنا رسالة فی هذه المسئلة وسمیناها شفاء الغلل فی حکم زیادة الثمن لمجرد الاجل وحققناها تحقیقا لم نسبق الیه [2]

"اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام نیز فرمایا: ''ایماندارو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقوں سے نہ کھایا کرو۔''

ہاں اگر رضامندی سے تجارت ہو تو درست ہے۔ نیل الاوطار (5/13) میں شافعیہ، حنفیہ اور جمہور کا یہی مذہب مذکور ہے۔

جو لوگ ادھار کی وجہ سے وقتی نرخ سے زیادہ لینا حرام سمجھتے ہیں، ان کی دلیل ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ایک بیع میں دو بیع کرے، اسے چاہیے کہ یا تو کم لے لے یا پھر سود کھائے۔ اس حدیث کی سند میں محمد بن عمرو بن علقمہ ضعیف ہے،[3] پھر اس کا جواب یہ بھی ہے کہ اس کے معنی اور بھی تو ہو سکتے

ہیں، مثلاً ایک آدمی ایک ٹوپہ گندم ایک روپیہ میں ایک مہینے کی میعاد پر لیتا ہے، ایک مہینے کے بعد گندم لینے والا مطالبہ کرے تو دینے والا کہے کہ میرے پاس اس وقت گندم نہیں ہے تو دو مہینے کے بعد مجھ سے دو ٹوپہ گندم لے لینا۔ ایک بیع میں دو بیع کرنے کا یہ مطلب ہے، اس صورت میں کم قیمت پر بیع کرنا ضرور ہوگا، ورنہ زیادتی، جو دوسری بیع میں کی جا رہی ہے، وہ سود شمار ہوگی۔ ابن رسلان کی شرح السنن میں ایسا ہی ہے۔ اگر ایک چیز کی دو قیمتیں بتائے نقد کی اور، اور ادھار کی اور تو اس صورت کو مانعین نے ناجائز کہا ہے، لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر ادھار کی قیمت وقتی نرخ سے زیادہ بتائے اور وقتی نرخ بتائے تو اس صورت میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔ ہم نے اس کی تفصیل ایک مستقل رسالے میں بیان کی ہے، جس کا نام "شفاء الغلل فی حکم زیادۃ الثمن لمجرد الاجل" ہے۔

---

[1]۔ سنن ابی داود رقم الحدیث (3461)

[2]۔ نیل الأوطار (۲۱۴/۵)

[3]۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صدوق لہ اوہام" (تقریب التہذیب، ص: 499)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

مجموعہ فتاویٰ عبداللہ غازی پوری

کتاب البیوع، صفحہ: 618

محدث فتویٰ